مغفرت کے بغیر آپ حمد کو پا ہی نہیں سکتے اور مغفرت کے لئے تسبیح کثرت کے ساتھ کرنا ضروری ہے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 31/جنوری 1997ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور انور نے درج ذیل آیت کریمہ کی تلاوت کی:

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۝۲ (الجمعہ:2)

پھر فرمایا:

اللہ تعالیٰ ہی کی تسبیح کرتا ہے جو کچھ بھی آسمانوں میں ہے اور جو کچھ بھی زمین میں ہے وہ ملک ہے، بادشاہ ہے، قدوس ہے، پاک ہے، عزیز ہے، عزت والا اور غلبے والا ہے اور حکیم ہے، حکمتوں والا ہے۔ عزیز میں علم کا مضمون بھی داخل ہے جو صاحب عزت، جو علم کی وجہ سے صاحب عزت ہے، علم کی برتری اور اس کے کمال کی وجہ سے۔

گزشتہ خطبے میں میں نے سورہ فاتحہ کے حوالے سے یہ مضمون شروع کیا تھا کہ آنحضرت ﷺ نے جو نصیحت فرمائی ہے کہ رمضان کے مہینے میں اگر بخشش کے بغیر گزر جاؤ تو ایک بڑی محرومی ہے تو اس سلسلے میں نماز ہمارے کام آتی ہے اور روزانہ پانچ مرتبہ ہماری بخشش کے سامان لاتی ہے اور سورۃ فاتحہ کے جو اعلیٰ مضامین ہیں وہ ہمیں تمام روحانی ترقیات کی راہیں دکھاتے اور ہاتھ پکڑ کر ان تک پہنچنے میں ہماری مدد کرتے ہیں۔ جمعہ کے بعد مجھے خیال آیا کہ یہ مضمون کچھ ایسا علمی رنگ اختیار کر

گیا کہ اکثر سننے والے جو دنیا بھر میں مختلف علمی معیار کے ہیں شاید اس سے استفادہ نہ کر سکیں اور جہاں تک استغفار کا تعلق ہے اور بخشش کا تعلق ہے حمد اس سے بالا اوپر کا یعنی بعد کا مضمون ہے اور بخشش کا تعلق زیادہ تر تسبیح سے ہے۔ پس اس پہلو سے میں نے سوچا کہ آج کے جمعہ میں تسبیح کے مضمون پر میں زیادہ زور دوں اور اس مضمون کو بخشش کے ساتھ باندھ کر، جوڑ کر آپ کے سامنے کھولوں۔

جس آیت کریمہ کی میں نے تلاوت کی ہے یہ سورہ جمعہ سے لی گئی ہے اور سورہ جمعہ میں تسبیح کے ساتھ مضمون کا آغاز بتاتا ہے کہ وہ تمام اعلیٰ مقاصد جن کی خاطر آنحضرت ﷺ تشریف لائے اور جن کا فیض دو زمانوں کو ملا گیا اور پہلے زمانے اور آخرین کے زمانے دونوں کو آپ کے فیض نے اکٹھا کر دیا اس مضمون کا آغاز تسبیح سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کی تسبیح کے بعد پھر وہ صفات بیان ہوئی ہیں جو حمد سے تعلق رکھتی ہیں۔ پس میں اس آیت کے حوالے سے جو ہمیں آنحضرت ﷺ کے زمانے سے جوڑنے والی آیت ہے تسبیح کے مضمون کو شروع کرتا ہوں۔

میں نے عرض کیا تھا کہ اکثر قرآن کریم میں جہاں کائنات کا ذکر ہے وہاں تسبیح کا مضمون ملتا ہے مگر حمد ضروری نہیں کہ بیان ہو اس سے پتا چلتا ہے کہ کائنات کا آغاز خدا تعالیٰ کی ایسی صفات سے ہوا ہے جو ہر عیب سے پاک تھیں اور ان صفات کا عیب سے کلیۃً پاک ہونا لازماً تحمید کا مضمون پیدا کرتا ہے۔ مگر یہ جو دوسرا حصہ ہے یہ شعور سے تعلق رکھتا ہے، زیادہ تر شعور سے تعلق رکھتا ہے۔ پس تسبیح سے مراد یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی پاکی بیان کی جائے۔ یہ بیان کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ ہر قسم کے احتمالی عیب سے کلیۃً پاک ہے اس میں کوئی بھی کمزوری نہیں اور جب یہ بات متحقق ہو جائے، ثابت ہو جائے کہ ایک چیز ہر قسم کی کمزوری سے کلیۃً پاک ہے تو اس کے بعد حمد کا مضمون لازماً ایک طبعی نتیجے کے طور پر شروع ہو جاتا ہے۔

پس تاریخی عمل کے طور پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ تسبیح سے خدا تعالیٰ کی صفات کا مضمون شروع ہوتا ہے مگر تسبیح اور تحمید کے درمیان وقتی طور پر فاصلہ نہیں ڈالا جا سکتا کیونکہ ہر پاکی بلا توقف ایک حمد کا مضمون پیدا کر دیتی ہے اور اس پہلو سے یہ دونوں اٹوٹ رشتہ رکھتے ہیں۔ ایسا رشتہ ہے کہ وہ لازم ملزوم ہیں گویا ایک کے بعد دوسری چیز کا پیدا ہونا ایک قطعی اور طبعی عمل کی صورت اختیار کر جاتا ہے۔ مثلاً آپ اپنی ذات میں سوچیں اگر آپ نے جھوٹ سے کلیۃً توبہ کر لی ہو تو یہ مضمون تسبیح سے تعلق رکھتا

ہے، آپ نے پاکی اختیار کر لی لیکن یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ جھوٹ سے کلیۃً تو بہ اختیار کر لی ہو اور سچے نہ بنے ہوں۔ پس اگر چہ پہلا حصہ منفی ہے ایک برائی سے پاکی کا مضمون ہے مگر جب اس کی نفی کلیۃً ہو جائے تو بعد میں حمد کا مضمون از خود لازماً جاری ہوگا۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ کوئی شخص جھوٹ سے کلیۃً پاک اور صاف ہو اور کہیں سچا نہیں ہے۔ اسی طرح ظلم سے خالی ہونا، بدبختی سے جو دل کی شقاوت کہلاتی ہے عاری ہونا۔ یہ اپنی ذات میں اس حالت میں رہ ہی نہیں سکتا جب تک نرمی اور پیار اور شفقت دل میں داخل نہ ہو جائے۔ پس یہ کہنا کہ وہ ظلم سے کلیۃً پاک ہے لیکن رحم دل نہیں ہے یہ ہو ہی نہیں سکتا۔ تو آغاز بہرحال سبحان کے مضمون سے ہوتا ہے اور حمد کا مضمون اس کے اوپر قائم ہوتا ہے۔ پس سورہ فاتحہ کا آغاز حمد سے ہونے کا دراصل یہ مطلب ہے کہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کا مقام تسبیح کے تمام مراحل طے کر گیا ہے اور اس بلند مقام پر آپ کا قدم ہے جس کا حمد سے تعلق ہے اور اس پہلو سے امت محمدیہ کے اعلیٰ مقاصد اور اعلیٰ مناصب کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ مگر ہر نماز تسبیح سے شروع ہوتی ہے اور حمد میں داخل ہونے سے پہلے جو نماز میں داخل ہونے کا رستہ ہے اس کا گیٹ **سبحان اللّٰہ** سے قائم کیا گیا ہے۔ **سبحانک اللھم وبحمدک** اے اللہ تو پاک ہے **وبحمدک** اور تیری پاکی کا مطلب ہے اپنی حمد کے ساتھ پاک ہے۔

تو یہ وہ پہلو ہیں جن کو خوب اچھی طرح ذہن نشین کرنے کے نتیجے میں استغفار کا مضمون سمجھ آئے گا۔ اور چونکہ اس پچھلے جمعہ کا دراصل مقصد آنحضرت ﷺ کی اس حدیث کی وضاحت کرنا تھا جس میں فرمایا کہ وہ بڑا محروم اور بدنصیب انسان ہے جو رمضان پا جائے، رمضان گزر جائے اور وہ بخشش سے خالی رہا ہو، بغیر بخشش کے اس کا رمضان گویا خالی گزر گیا۔ پس رمضان کا مہینہ بخشش سے گہرا تعلق رکھتا ہے اور بخشش کا مضمون پہلے تسبیح سے تعلق رکھتا ہے پھر حمد میں داخل ہوتا ہے۔ اس کی وضاحت میں قرآن کریم کی بعض آیات کے حوالے سے آپ کے سامنے کروں گا۔ پہلے تو جیسا کہ میں نے عرض کیا تھا اکثر قرآن کریم کی آیات میں جہاں ذی شعور چیزوں کا ذکر نہیں ہے، ان چیزوں کا ذکر نہیں ہے جو ہمارے نقطہ نگاہ سے شعور رکھتی ہیں ان میں تسبیح تک بات ٹھہرا دی جاتی ہے اور حمد کی بات لازماً نہیں کی جاتی۔ مگر وہ ایسی آیات بھی ہیں جہاں بظاہر بغیر شعور رکھنے والی چیزیں ہیں مگر ان کے ساتھ حمد کا مضمون بھی بیان فرمایا گیا ہے اور مضمون کو یوں کھول دیا کہ ان کی تسبیح اور ان کی حمد اس

نوع کی ہے کہ تمہیں سمجھ آ نہیں سکتی۔ کیونکہ یہ شعور کی ایسی باریک اور ابتدائی حالتیں ہیں جن تک انسان کا ذہن پہنچ ہی نہیں سکتا۔ وہ اگر چہ شعور میں بہت آگے بڑھ گیا ہے لیکن اتنا آگے بڑھ گیا ہے کہ نیچے دیکھے تو اس کو اپنی ابتدا دکھائی ہی نہیں دیتی اس لئے وہ نہیں سمجھ سکتا کہ میں بھی ہر قدم شعور کی مختلف منازل سے گزرتا ہوا، احساسات کی مختلف منازل سے گزرتا ہوا اس مقام تک پہنچا ہوں۔ پس ان آیات میں یہ ایک سورہ جمعہ کی آیت میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی ہے۔

ایک سورۃ الانبیاء کی آیت ہے اس میں فرمایا: فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ ۚ وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا ۠ وَّسَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ ؕ وَكُنَّا (الانبیاء:80) اور ہم نے ان کے ساتھ حضرت داؤدؑ کے ساتھ پہاڑوں کو مسخر کر دیا تھا۔ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ پہاڑ بھی تسبیح کرتے تھے اور پرندے بھی تسبیح کرتے تھے۔ اس کی تفسیر میں جانے کا یہ موقع نہیں مگر یہ یاد رکھیں کہ یہاں حمد کا لفظ نہیں آیا صرف تسبیح کا ذکر کر کے اس مضمون کو ختم فرما دیا گیا۔

ایک اور آیت اس مضمون کی سورۃ ص میں ملتی ہے۔ اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِشْرَاقِ (ص:19) ہم نے اس کے ساتھ پہاڑوں کو بھی مسخر کر دیا تھا جو شام کو بھی تسبیح کرتے تھے اور صبح بھی تسبیح کرتے تھے اور یہاں بھی حمد کا ذکر نہیں ہے۔ پھر اگلی آیت ہے۔ سورۃ نور سے لی گئی ہے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ ؕ
كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِيْحَهٗ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۴۲﴾

(النور:42)

کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتا ہے جو بھی آسمانوں اور زمین میں ہے۔ وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ اور صف بستہ پرندے بھی۔ ہر ایک نے اپنی عبادت کا رنگ سیکھ لیا۔ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ ہر ایک کو معلوم ہو چکا ہے کہ اس نے کیسے خدا کی عبادت کرنی ہے وَتَسْبِيْحَهٗ اور کیسے اس کی تسبیح کرنی ہے۔ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ اور اللہ تعالیٰ جو کچھ بھی وہ کرتے ہیں اس کا علم رکھتا ہے۔ یعنی تسبیح زبانی ہو یا ایسی مخفی زبان میں ہو جو انسان سن نہ سکے مگر اللہ کا علم جانتا ہے۔ اس کے لئے سماعت کی بھی ضرورت نہیں کسی رنگ میں وہ تسبیح کرتے ہیں اس کا علم باری تعالیٰ سے تعلق ہے۔

ان آیات کے بعد وہ آیتیں جن کا میں نے ذکر کیا تھا جس میں تسبیح اور تحمید کے مضمون کو اکٹھا بیان کیا گیا ہے مگر انہی چیزوں کے تعلق میں جو شعور نہیں رکھتیں ان میں سے ایک سورۃ بنی اسرائیل کی آیت ہے:

تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ۭ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ۝ (بنی اسرائیل:45)

جو کچھ بھی سات آسمانوں میں اور زمین میں ہے وَمَنْ فِيْهِنَّ اور جو بھی اس میں بستے ہیں وہ اللہ کی تسبیح کرتے ہیں جو کچھ بھی آسمانوں اور زمین میں ہے اور جو بھی ان میں بستے ہیں دونوں میں وہ اللہ ہی کی تسبیح کرتے ہیں۔ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ اور کوئی بھی چیز ایسی نہیں جو خدا تعالیٰ کی تسبیح کے ساتھ اس کی حمد نہ کرتی ہو وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ لیکن تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے۔ یہاں حمد کے سمجھنے کی نفی پھر بھی نہیں فرمائی گئی کیونکہ یہاں ہر چیز کو داخل کر لیا گیا ہے اور تسبیح کی طرف خصوصیت سے توجہ دلائی کہ تم انکی تسبیح کے انداز کو سمجھ نہیں سکتے۔ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا اللہ تعالیٰ بہت ہی بردبار ہے اور بخشش فرمانے والا ہے۔ میں چونکہ بخشش کی طرف جلد سے جلد منتقل ہونا چاہتا ہوں اس لئے ان آیات کے تفصیلی حصے سر دست نظر انداز کر رہا ہوں۔ پھر بجلیوں کے حوالے سے فرمایا وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰۗىِٕكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ (الرعد:14) کہ کڑکتی ہوئی بجلیاں خدا کی تسبیح اس کی حمد کے ساتھ کرتی ہیں اور فرشتے بھی مِنْ خِيْفَتِهٖ اس کے خوف سے۔ خدا تعالیٰ کے رعب کے نتیجے میں فرشتے بھی ایسی حالت میں تسبیح اور حمد کر رہے ہوتے ہیں۔

پس اب دیکھنا یہ ہے کہ اس رمضان میں تسبیح کے مضمون سے ہم کیسے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ تسبیح کا جہاں تک تعلق ہے اور انسانی زندگی سے جہاں تک تسبیح کا تعلق ہے قرآن کریم سے قطعی طور پر ثابت ہے کہ بخشش کے لئے تسبیح کا ہونا ضروری ہے۔ جہاں بھی بخشش کا مضمون ہے وہاں تسبیح کا مضمون بیان ہوا ہے اور حمد کا ذکر نہیں فرمایا گیا۔ پس بخشش کے بغیر انسان خدا تعالیٰ کی صفات کے حسن سے واقف ہو ہی نہیں سکتا۔ بغیر بخشش کے جس کا تسبیح سے تعلق ہے انسان اس بات کا اہل ہی نہیں بن سکتا کہ خدا تعالیٰ

کی صفات حسنہ جو حمد سے تعلق رکھتی ہیں ان کا تصور باندھ سکے یا حقیقۃً حمد کرنے کا اہل بن سکے۔

پس ہر گناہ کے بعد جو بخشش کا مضمون قرآن کریم میں بیان ہوا ہے وہاں سبحان کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کو ہر قسم کے شرک سے پاک ٹھہرانے کے تعلق میں بھی ہمیشہ سبحان کا لفظ استعمال ہوا ہے چند مثالیں میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ آل عمران: 192 میں ہے رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ کہ جب خدا کے پاک بندے اس کا ذکر کرتے ہیں اس پر غور کرتے ہیں اور کائنات پر اس کی یاد کے ساتھ غور کرتے ہیں تو بے اختیار ان کے دل سے آواز اٹھتی ہے۔ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا اے ہمارے رب تو نے اس کائنات کو باطل پیدا نہیں کیا، بے مقصد اور ناحق پیدا نہیں فرمایا۔ سُبْحٰنَكَ کائنات پر غور ہمیں بتاتا ہے کہ تو ہر عیب سے پاک ہے فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ پس ہماری بخشش فرما۔ یہ مضمون ہے ہمیں آگ کے عذاب سے بچالے یعنی ہمیں بخشش دے ہماری کمزوریاں دور فرمادے جیسا کہ تو عیوب سے پاک ہے ہمیں بھی پاک کرتا کہ ہم آگ کے عذاب سے بچ سکیں۔

یہ بات خوب کھل جاتی ہے کہ بخشش نہ ہونے کے نتیجے میں انسان اپنے داغوں سے پاک نہیں ہوسکتا اور جو داغ ہیں جن کا وہاں رہنے کا حق نہیں ان کو لازماً جلانا ہوگا کیونکہ جو بخشش کے پانی سے اپنے داغوں کو نہیں دھوتا وہ داغ پھر جلائے جاتے ہیں اور مادی دنیا میں بھی یہی دستور ہے۔ پس فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ کا مطلب یہ ہے کہ اگر ہم اسی حالت میں رہے تو ہمارا گویا کہ زبان حال سے تقاضا ہے کہ ہمارے داغوں کو جلا دے اور استغفار کا پانی جس داغ کو نہ دھو سکے اسے عذاب کی آگ ہی ہے جو جلا کر خاک کرتی ہے۔

حضرت یونسؑ کی دعا جو بعض صوفیاء کہتے ہیں کہ یہ کرنی نہیں چاہئے یہ تو بہت ہی گرم دعا ہے۔ یہ جو صوفیاء کی بعض باتیں ہیں خاص ان کی دلچسپی کی، وہ کہتے ہیں اتنی تیز دعا ہے اتنی گرم دعا ہے کہ آگ لگا دیتی ہے اس لئے اس سے بچ کے ہی رہو اور وہ ویسی دعا ہے کہ اس کے بغیر بخشش کا تصور نہیں باندھا جا سکتا۔ ایسی عظیم دعا ہے کہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ دل سے نکلی اور بخشش ساتھ ہی ہوگئی۔ انہوں نے جو ظلمات میں گھر کر، اندھیروں میں پڑ کر جس طرح سے خدا تعالیٰ کی بخشش طلب کی ہے وہ یہ الفاظ ہیں لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ (الانبیاء: 88) اے میرے

رب تیرے سوا کوئی معبود نہیں جس کی طرف میں جا سکوں جس سے میں سہارا مانگ سکوں سُبۡحٰنَکَ شرک کی نفی سبحان کے مضمون کو چاہتی ہے۔ پس فرمایا تو ہر قسم کے شرک سے پاک ہے، ہر قسم کے عیب سے پاک ہے اِنِّیۡ کُنۡتُ مِنَ الظّٰلِمِیۡنَ میں ہی تھا جو ظالموں میں سے تھا۔

پس دیکھیں بخشش طلب کرنے کے لئے انبیاءؑ نے بھی کیسے کیسے طریق ڈھونڈے، کیسی کیسی ادائیں اختیار کیں جن کے نتیجے میں انسان کا دل دہل جاتا ہے اور سوچ بھی نہیں سکتا کہ اس دعا کے بعد اللہ تعالیٰ بخشش نہیں فرمائے گا۔ پس ان دعاؤں کو اپنے پیش نظر رکھیں اس رمضان میں۔ یہ محض مثالوں کے طور پر نہیں بیان کر رہا، میں آپ کو سمجھا رہا ہوں کہ ان دعاؤں سے جتنے بھی دن رمضان کے باقی ہیں جتنی راتیں بھی رہتی ہیں ان میں ان دعاؤں کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنی بخشش کے سامان کی کوشش کریں۔

پھر بنی اسرائیل میں ہے قُلۡ سُبۡحَانَ رَبِّیۡ ہَلۡ کُنۡتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوۡلًا (الاسراء: 94)۔ آنحضرت ﷺ سے جب یہ تقاضے کئے گئے کہ تو بھی آسمان پر چڑھ اور اتر اس حالت میں کہ تیرے ہاتھ میں کتاب بھی ہو۔ اگر تو آسمان پر چڑھ کر دوبارہ اتر کے ہمیں نہیں دکھائے گا تو ہم نہیں مانیں گے کہ تو خدا کا رسولؐ ہے۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ آنحضرت ﷺ کو مضمون سمجھایا اور کہا ان کو یہ جواب دے قُلۡ سُبۡحَانَ رَبِّیۡ کہہ دے کہ میرا رب ہر عیب سے پاک ہے۔ ہَلۡ کُنۡتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوۡلًا اور میں تو محض ایک بشر اور رسول ہوں۔ اس پہلو سے اگر میں بشر اور رسول ہوتے ہوئے تمہارا تقاضا پورا کروں تو یہ خدا پر عیب ڈالنے والی بات ہے۔ پس یہ تصور کہ کوئی انسان بشر بھی ہو اور رسول بھی ہو زندہ جسم سمیت آسمان پر چڑھ جائے یہ خدا تعالیٰ کو عیب دار کرنے والی بات ہے کیونکہ جسمانی عروج کئی طرح سے خدا میں عیب ڈالتا ہے۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ خدا تعالیٰ یہاں نہیں ہے، وہاں ہے جہاں جسم حرکت کر رہا ہے خدا تعالیٰ کی ہمہ گیری پر حرف آ جاتا ہے۔ جہاں سے حضرت عیسیٰؑ جیسا کہ بیان کیا جاتا ہے انہوں نے حرکت شروع کی کیا خدا وہاں نہیں تھا۔ اگر تھا تو پھر اوپر کیا کرنے جا رہے تھے۔ پس خدا تعالیٰ کی طرف جسمانی حرکت ممکن ہی نہیں جہاں جسمانی حرکت کا تصور اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ آپ باندھیں گے وہیں خدا کی خدائی ختم ہو جائے گی اور بیک وقت خدا پر یقین اور اس کی طرف جسمانی حرکت کا

عقیدہ رہ ہی نہیں سکتے۔ اس تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں اشارۃً میں نے آپ کو بتا دیا ہے یہ موقع ہے اس کا سُبۡحَانَ رَبِّیۡ ہَلۡ کُنۡتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوۡلًا کہ اللہ جو ہر عیب سے پاک ہے اس کی طرف کوئی جسمانی حرکت ممکن نہیں ہے۔ جہاں جسم نے ایک جگہ چھوڑی اور خدا کی طرف جانے کے نام پر دوسری جگہ گیا وہاں کائنات بعض جگہوں میں خدائی سے خالی ہوگئی۔

پھر باغ والے لوگوں کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ باغ والے بدنصیب جو منہ اندھیرے جاتے تھے باغ میں تاکہ غریب لوگ حصہ نہ پالیں۔ وہ جو اپنے باغ کو دیکھ کر اپنی حمد کے گیت تو گاتے تھے کہ ہم نے بڑا کمال کر دیا مگر استغفار نہیں کرتے تھے اور جب یہ کہتے تھے کہ ہم یہ فصل حاصل کر لیں گے تو اللہ تعالیٰ کا حوالہ نہیں دیتے تھے کہ اگر چاہے گا تو ہم حاصل کر لیں گے، جب وہ ایک صبح اپنے باغ میں پہنچے تو دیکھا کہ وہ سارا باغ کٹا پڑا ہے اور اس میں کچھ بھی باقی نہیں رہا۔ ایسی کوئی آسمانی آفت وہاں پھر گئی جیسے خوفناک بعض دفعہ بگولے فصل کو تباہ کر دیتے ہیں۔ جو بھی آسمانی آفت کا حال تھا اس نے صبح تک کچھ بھی باغ کا باقی نہیں چھوڑا، تمام باغ زمین پر گرا ہوا پڑا تھا یا تمام فصل کٹی پڑی تھی۔ اس پر پھر آخری طور پر جب انہوں نے توبہ کی طرف رجوع کیا تو سورہ القلم میں یہ ان کے حوالے سے بیان ہے۔ قَالُوۡا سُبۡحٰنَ رَبِّنَاۤ اِنَّا کُنَّا ظٰلِمِیۡنَ (القلم: 30) انہوں نے کہا پاک ہے ہمارا رب ہم ہی تھے جو ظلم کرنے والے تھے گویا ہم نے اپنے ظلم کا نتیجہ دیکھا ہے، خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی ہم پر ظلم نہیں ہوا۔

اور حضرت موسیٰؑ کے متعلق بھی اس سے ملتے جلتے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ جب آپؑ نے خدا تعالیٰ سے اس خواہش کا اظہار کیا کہ مجھے اپنا چہرہ دکھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو مجھے نہیں دیکھ سکتا جہاں تک جسمانی آنکھ کا تعلق ہے تو مجھے نہیں دیکھ سکتا۔ ایسی ہی بات جیسے خدا کی طرف جسمانی طور پر عروج ممکن ہی نہیں ہے کیونکہ اس کی لطافتیں اس نوع کی ہیں کہ نہ جسم ایک جگہ سے حرکت کر کے دوسری جگہ خدا کے قریب ہو سکتا ہے نہ نظر اس کو دیکھ سکتی ہے کیونکہ وہ لطیف سے لطیف تر ہے۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی سادگی میں جیسا کہ ان کی ساری زندگی اس قسم کے سادہ بے تکلف سوالات سے بھری پڑی ہے اللہ تعالیٰ سے جو ان کا رشتہ ہے خاص انداز کا ہے تو انہوں نے کہا میں نے دیکھنا ہے تجھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو مجھے نہیں دیکھ سکتا ہاں اگر تیرا اصرار ہے تو میں پہاڑ پر اپنی ایک

تجلی کرتا ہوں اگر یہ پہاڑ باقی رہ گیا تو پھر تو مجھے دیکھ سکے گا اور جب تجلی ہوئی تو حضرت موسیٰؑ بے ہوش ہو کے جا پڑے اور تجلی کی حالت بھی نہیں دیکھ سکے۔ ایسا جلوہ تھا کہ سوائے غش کے حضرت موسیٰؑ کے حصے کچھ بھی نہیں آیا۔ فَلَمَّآ اَفَاقَ (الاعراف: 144) جب افاقہ ہوا، ہوش آئی تو کہا سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ تو پاک ہے اللہ! میں تیری طرف توبہ کرتے ہوئے آتا ہوں۔ وہ میری غلطی تھی جو میں نے یہ مطالبہ کیا وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ میں دیکھ تو نہیں سکا مگر ایمان لانے والوں میں میں اول ہوں اب۔ میں نے ایسا جلوہ دیکھا ہے کہ اس کے بعد تیری تسبیح کے وہ مرتبے مجھ پر روشن ہوئے، وہ مقامات مجھ پر روشن ہوئے کہ اس پہلو سے میں تجھ پر ایمان لاتا ہوں اور **اول المومنین** کا مطلب یہ نہیں کہ زمانے میں پہلا بلکہ انہوں نے کہا کہ میں اس مقام میں پہنچ چکا ہوں، اس مقام تک پہنچ گیا ہوں کہ اپنے دور میں مجھے پہلا مومن شمار ہونا چاہئے۔ یعنی **اول المومنین** میں یہ دعویٰ ہے اور واقعۃً اپنے دور میں اور اپنی شریعت میں آپ اول المومنین ہی تھے۔ یہ مراد نہیں کہ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے بالا آپ کو ایک مقام عطا کیا گیا جس کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں۔

یہ ساری باتیں تسبیح کے ذکر میں میں نے آپ کے سامنے رکھی ہیں۔ بہت کثرت سے تسبیح کے حوالے قرآن کریم میں موجود ہیں مگر میں نے چند چنے ہیں۔ اب میں آپ کو دوبارہ نماز کی طرف متوجہ کرتا ہوں کہ دیکھیں نماز میں داخل ہونے اور سورۃ الحمد تک پہنچنے سے پہلے، پہلا دروازہ اور گیٹ ہے جس کے کھلے بغیر آپ حمد تک جا ہی نہیں سکتے وہ سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ کا ہے اور پھر فرمایا وَ بِحَمْدِكَ اے اللہ تو پاک ہے، ہر عیب سے پاک ہے۔ وَ بِحَمْدِكَ اور ہر عیب کے مقابل پر جو مثبت صفت ہے جو حمد کہلا سکتی ہے وہ تیرے اندر لازماً شامل ہے۔ یعنی تیری تسبیح اور تیری حمد کے درمیان کوئی فاصلہ نہیں۔ تسبیح کا مضمون سمجھیں تو حمد کا مضمون از خود روشن ہوتا چلا جائے گا۔

پس اس رمضان مبارک میں سبحان کے مضمون کو سمجھیں اور آنحضرت ﷺ نے جو سب سے عظیم خدا تعالیٰ کا ذکر بیان فرمایا ہے جس کے متعلق فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ دو کلمے جو ہلکے پھلکے ہیں زبان پر، بہت وزنی ہیں اللہ کے نزدیک۔ ان میں بھی یہی باتیں جوڑ کر بیان فرمائی گئی ہیں۔ **سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم** اب یہ دو کلمے ہیں چھوٹے چھوٹے سے مگر ان میں حیرت انگیز گہرائی کے ساتھ تمام عارفانہ مضامین جو خدا کے تعلق میں ذہن میں آنے چاہئیں وہ

بیان فرمادیئے گئے۔ **سبحان اللہ**، اللہ ہر عیب سے پاک ہے لیکن محض عیوب سے پاک نہیں **وبحمدہ** بلکہ اپنی حمد کے ساتھ۔

اب جب میں نے پہلے بیان کیا کہ اگر عیب سے پاک ہوں تو اس کے مقابل پر جو حمد کی مثبت صفت ہے وہ از خود انسان میں پیدا ہونی چاہئے تو یہ کوئی ایسا قاعدہ کلیہ نہیں ہے کہ ہر صورت میں ضرور دکھائی دے۔ مثلاً ایک شخص مردانہ صفات سے عاری ہوتا ہے اس لئے پاک ہوتا ہے کہ مردانہ صفات سے ہی عاری ہوتا ہے۔ ایک عورت بھی ایسی ہوسکتی ہے یعنی اس کی پاکیزگی اس کی مجبوری کا دوسرا نام ہے۔ پس وَ بِحَمْدِكَ کا مضمون ان معنوں میں بھی لازماً صادق آنا چاہئے کہ جب ایک برائی سے پاک ہوں تو پھر حمد کے اندر سفر شروع کریں اور یہ نہ سمجھیں کہ از خود آپ سچائی کے ہر مرتبے کو پا جائیں گے اگر آپ نے جھوٹ سے توبہ کر لی۔

تو **سبحان اللہ وبحمدہ** کے بعد فرمایا **سبحان اللہ العظیم** یعنی حمد کا مضمون لامتناہی ہے۔ تم یہ نہ سمجھنا کہ خدا تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے ہی تم حمد کے مضمون پر عبور حاصل کر لو گے۔ اول تو **سبحان** کا مضمون بھی ایک جاری مضمون ہے جو عام روزمرہ کی زندگی میں اپنے آخری مرتبے تک حاصل ہو ہی نہیں سکتا اور جیسا کہ میں نے بیان کیا تھا آپ اپنی برائیاں دور کرنی شروع کریں، اپنے داغ مٹانے شروع کریں ہر مٹتے ہوئے داغ کے پیچھے ایک اور داغ دکھائی دینے لگتا ہے اور یہ جو سفر ہے یہ صرف جھوٹ کے تعلق ہی میں ساری زندگی کا سفر ہے اور اس مقام محمدی تک پہنچنا تو بہت دور کی بات ہے جہاں **سبحان** کا مضمون اس قدر کامل ہو گیا کہ آپ کا تعارف خدا کی حمد کے ساتھ کروایا گیا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ اور بہت ہی عظیم مرتبہ ہے جو سورۃ فاتحہ نے آپ کا بیان فرمایا۔ مگر ہم اس آخری عظیم مرتبے کو پا تو نہیں سکتے لیکن اس طرف حرکت کرنا ہمارا فرض ہے اور وہ ہر حرکت **سبحان** کے ساتھ ہوگی، ہر قدم جو حمد کی طرف اٹھے گا وہ **سبحان** کے ساتھ اٹھے گا۔

پس اس پہلو سے مغفرت کے بغیر آپ حمد کو پا ہی نہیں سکتے اور مغفرت کے لئے تسبیح کثرت کے ساتھ کرنا انتہائی ضروری ہے اور آنحضرت ﷺ نے جو دو کلمے ہمیں بتائے ہیں وہ **سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم** ان کا ورد آپ کے لئے بہت سی بخششوں کا موجب بھی بنے گا اور بہت سے اعلیٰ مضامین بھی آپ کو اللہ تعالیٰ خود عطا فرمائے گا۔ میں نے ذکر کیا تھا کہ بہت سے سننے

والے صاحب علم نہیں ہیں اس لئے مجھے خیال آیا کہ اس مضمون کو نسبتاً آسان کر کے بیان کیا جائے۔ مگر آنحضرت ﷺ نے جو علم کے حصول کا طریق ہمیں بتایا ہے اس کے لئے کسی ظاہری دنیاوی علم کی ضرورت ہی کوئی نہیں ہے۔ **سبحان اللہ وبحمدہ** کے مضمون کو آپ سمجھ لیں تو بغیر کسی دنیاوی علم کے سہارے کے آپ اتنی ترقی کر سکتے ہیں کہ جو آپ کو ایک بے حقیقت انسان سے ایک عظیم انسان میں تبدیل کر دے گی کیونکہ ان کلمات کا جو اختتام ہے وہ یہ ہے **سبحان اللہ العظیم** پاک ہے وہ اللہ جو بہت عظمتوں والا ہے۔

اور سورۃ جمعہ سے جو میں نے آغاز کیا ہے وہ بھی اسی وجہ سے کہ آپ کو سمجھاؤں کہ آنحضرت ﷺ سے برتر مقام حمد تو متصور ہو ہی نہیں سکتا۔ حمد کے آخری مقام تک آپؐ پہنچے ہیں یہاں تک کہ آپ کو سورۃ الحمد عطا کی گئی جس میں دراصل حمد کرنے والا اول معنوں میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں اور جس کی حمد کرتے ہیں ایسی کامل کرتے ہیں کہ جواباً وہ آپؐ کو محمود بنا دیتا ہے اور حامد، محمود ہو جاتا ہے۔ حمد کرنے والا محمدؐ بن جاتا ہے۔ یہ وہ مضمون ہے جو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بڑی تفصیل کے ساتھ اور حیرت انگیز گہرائی کے ساتھ ہمارے سامنے کھولا ہے۔

خطبہ کا مضمون جاری تھا کہ روزے کی حالت میں دیر تک بے حس و حرکت کھڑے رہنے کی وجہ سے ڈیوٹی پر موجود ایک پہرے دار کے گرنے پر حضور نے فرمایا:

یہاں لمبے عرصے تک کھڑا نہیں رکھنا چاہئے کیونکہ یہ کوئی بیماری نہیں ہے۔ بسا اوقات سیدھا دیر تک کوئی کھڑا رہے تو بے ہوشی طاری ہو جاتی ہے، وقتی طور پر، ایک دفعہ پہلے بھی ہمارے ایک پہریدار کے ساتھ ہوا تو لوگ گھبرا جاتے ہیں، گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے۔ خدام الاحمدیہ میں ہم نے اکثر اجتماعات کے موقع پر دیکھا ہے کہ کھڑے کھڑے سارے اٹینشن دیر تک کھڑے رہے تو ایک دم غائب ہو جاتے ہیں تو یہ دیکھنا چاہئے جو منتظمین ہیں ان کو دیکھنا چاہئے کہ وہ جو کھڑے رہنے والا کام ہے اس میں جلدی جلدی ڈیوٹی بدلا کریں جہاں انسان اپنے ہاتھ پاؤں ہلا ہی نہیں سکتا۔ خیر یہ بھی ہمیں بتاتا ہے کہ ہمیں تسبیح کی بہت ضرورت ہے اللہ کے سوا کوئی بھی کسی قسم کے عیوب سے پاک نہیں ہے۔

اچھا اب میں آپ کو بتا رہا تھا کہ **سبحان اللہ وبحمدہ** میں جو مضمون سکھایا گیا ہے اس پر آپ غور کریں تو آپ کا سفر قدم قدم آپ کی زندگی کے سارے دائرے میں، ہر چھوٹے دائرے

سے بھی تعلق رکھتا ہے، ہر بڑے دائرے سے بھی تعلق رکھتا ہے۔ یہ سفر اجتماعی بننے سے پہلے انفرادی طور پر ہر زندگی کے دائرے سے الگ الگ شروع ہوگا اور یہ مضمون ہے جو میں پہلے بارہا کھول چکا ہوں لیکن اس رمضان کے حوالے سے پھر دوبارہ سمجھانے کی ضرورت ہے اور اس کے لئے کسی علم کی ضرورت نہیں سوائے اس علم کے جو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے ہمیں عطا فرمایا کیونکہ اسی آیت میں جس کا میں نے انتخاب کیا تھا اس میں آنحضرت ﷺ کو ایک عظیم معلم کے طور پر، ایسے معلم کے طور پر پیش فرمایا جو علم کے ساتھ ساتھ حکمتیں بھی بیان فرماتا چلا جاتا ہے اور صرف عالم ہی نہیں بلکہ حکیم ہے اور اس پہلو سے جو خود جاہلوں میں سے تھا، اُمیین میں سے تھا وہ ساری دنیا کو علم سکھانے والا اور ساری دنیا کو حکمتیں سمجھانے والا بن گیا۔

پس سبحان کا مضمون جیسا کہ اس آیت میں پہلے بیان ہوا ہے يُسَبِّحُ لِلّٰهِ سجان کا مضمون اتنا گہرا مضمون ہے کہ اگر آپ اس کو اچھی طرح سمجھ لیں تو لامتناہی ترقیات تک یہ مضمون آپ کو پہنچائے گا اور سبحان کے حوالے سے جو قدم اٹھے گا حمد کے مضمون میں داخل ہوتا چلا جائے گا۔ پس اس رمضان مبارک میں جب بھی آپ نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں اور سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ کہتے ہیں تو یہ سوچا کریں کہ کیا آپ ہر پہلو سے خدا کی تسبیح کے گیت گانے کا حق رکھتے ہیں۔ کیا واقعۃً آپ اللہ کی تعریف کر رہے ہیں کہ تو ہر ایک عیب سے پاک ہے۔

اس مضمون کا ایک اور پہلو التحیات کے آغاز میں انسان پر روشن ہوتا ہے جب ہم کہتے ہیں **التحیات للّٰہ و الصلوٰات و الطیبٰت** اور ہمیشہ جب میں یہ پڑھتا ہوں تو توقف کے ساتھ میں اپنا محاسبہ کرتا ہوں کہ اس نماز میں میں کوئی صلوٰۃ اور پاکیزہ باتوں کا تحفہ واقعۃً پیش بھی کر رہا ہوں کہ نہیں اور اکثر دل شرمندہ ہوتا ہے کہ منہ سے کہہ رہا ہوں کہ صلوات کے تحفے لایا ہوں، طیبات کے تحفے لایا ہوں کون سی نئی پاکیزہ چیزیں ہیں جو میں نے اختیار کی ہیں جو خدا کے حضور پیش کر سکوں تو بسا اوقات خالی طشتریاں ہیں جن میں بظاہر کچھ عقیدت کے پھول سجے ہوئے ہیں کچھ تحائف ہیں قیمتی، انسانی گوہر، انسانی صفات کے بظاہر، مگر جب آپ غور کریں تو پتا لگتا ہے کہ خالی طشتری پیش ہو رہی تھی۔ اس وقت انسان سوائے اس کے کچھ نہیں کہہ سکتا کہ اے خدا اس طشتری کو تو ہی بھر سکتا ہے اور ہم میں طاقت نہیں کہ ہم تیرے حضور ہمیشہ ہر نماز پر نئے نئے تحائف پیش کر سکیں۔

تو یہ سبحان والا مضمون بھی دراصل یہی ہے۔ جب آپ کہتے ہیں سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ تو یہ لازماً سوچنا چاہئے کہ خدا کے ہر عیب سے پاک ہونے کو واقعۃً ہم قابل تعریف سمجھتے بھی ہیں کہ نہیں یا محض ایک زبانی جمع خرچ ہے اور جب آپ کہتے ہیں ہاں ہم واقعی سمجھتے ہیں تو انسان کا اپنا کردار اس کے سامنے کھڑا ہو کر اس کو متہم کرنے لگتا ہے، مجھ میں یہ برائی بھی ہے، مجھ میں وہ برائی بھی ہے، مجھ میں وہ برائی بھی ہے اور میں یہ کہہ رہا ہوں سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ اے اللہ! تو ہر عیب سے پاک ہے وَبِحَمْدِكَ اور عیب سے پاک ہوئے بغیر کوئی حمد نصیب ہی نہیں ہو سکتی اور چند کلموں کے بعد میں نے الحمد کے مضمون میں داخل ہونا ہے جو بہت عظیم مضمون ہے تو پھر میں کیا کروں کہ میری نمازیں مقبول ہو جائیں، میں کیا کروں کہ میری نماز کا آغاز ہی سچا ہو جائے اور ایک کھوکھلا، خالی دعویٰ نہ رہے۔

اس طرح غور کر کے اگر آپ نمازیں پڑھیں تو آپ کی ہر نماز میں سبحان کا مضمون ہی آپ کی ساری زندگی پہ چھا جائے گا۔ ناممکن ہے کہ کروڑ نمازیں بھی پڑھیں تو یہ مضمون اطلاق نہ پایا ہو اور ہمیشہ نئے رنگ میں اطلاق نہ پاتا ہو۔ پس ایک ایک عیب کا احتساب کرنا ان معنوں میں جیسا کہ نماز نے ہمیں سکھایا ہے اور قرآن نے سکھایا ہے یہ وہ احتساب ہے جس کا ذکر آنحضرت ﷺ نے رمضان میں فرمایا کہ جس نے رمضان احتساباً گزار دیا، جس نے رمضان ہمہ وقت اپنے نفس کا تجزیہ کرتے ہوئے گزارا ہے گہری نظر سے جائزہ لیتے ہوئے گزارا ہے کہ میں نے کیا پایا ہے، کیا کھویا ہے اس کو خدا تعالیٰ یہ خوشخبری دیتا ہے کہ اب اس رمضان کے دوران اس کے پہلے سارے گناہ بخشے جائیں گے۔

پس یہ وہ مضمون ہے جس کو اچھی طرح سمجھ کر جماعت احمدیہ اس دنیا میں غیروں پر وہ حیرت انگیز امتیاز حاصل کر لے گی جس کا کوئی تصور ہی غیروں میں نہیں پایا جاتا۔ مسلمان کہلاتے تو ہیں مگر کوئی ان کو نہیں سمجھاتا کہ تمہاری مسلمانی کیسے بنے گی۔ کون سے قدم اٹھاؤ گے تو قرب الٰہی نصیب ہوگا۔ کون سے قدم اٹھاؤ گے تو نماز سلیقے کی ہو جائے گی اس کے بغیر پانچ وقت جو چاہے کرتے پھرو، پانچ وقت چھوڑ کر ہزار ہا دفعہ خدا کے حضور حاضر ہو تمہاری نمازوں میں کوئی پھل نہیں لگے گا کیونکہ وہ خالی بالیاں ہیں جن میں بیج پڑا ہی نہیں۔ تو اپنی نمازوں کو، اپنی عبادتوں کے بیجوں سے بھر دیں، ان کو خالی دانے نہ رہنے دیں اور سبحان کے اوپر اتنا غور کریں کہ آپ غور کرتے کرتے اس انکسار کے آخری مقام تک جا پہنچیں جس کے بعد آپ کو اپنا وجود غائب ہوتا، مٹتا ہوا دکھائی دینے لگے اور دل سے

ہولناک چیخیں اٹھیں کہ اے خدا اس احتساب نے تو ہمارا کچھ رہنے ہی نہیں دیا، ہمارا سارا وجود غائب ہو گیا ہے۔تو ہی تو ہے اس کے سوا کچھ باقی نہیں رہا۔

یہ نفی ہے جو دراصل لَآ اِلٰهَ کا مضمون بتاتی ہے۔اپنے وجود کی نفی حقائق کے حوالے سے، فرضی باتوں کے حوالے سے نہیں، اپنے عیوب پر نظر رکھتے ہوئے، ایک ایک عیب کو پہچانتے ہوئے، اس کے داغوں کی نشاندہی کرتے ہوئے، اے خدا یہ بھی مجھ میں داغ ہے، یہ بھی داغ ہے، یہ بھی داغ ہے اور ہر زندگی کے دائرے میں یہ داغ ہیں۔پس کس کس دائرے سے میں سفر شروع کروں اور کس طرح ان داغوں سے پاک ہو جاؤں۔یہ جو مضمون ہے اس کو انبیاءؑ سے بڑھ کر اور کوئی نہیں سمجھتا اس لئے ساری زندگی استغفار میں گزارتے ہیں یہاں تک کہ جب اللہ تعالیٰ ان کی بخشش کے وعدے کرتا ہے، کھول کر بیان فرما دیتا ہے کہ تیرے پچھلے گناہ بھی معاف، تیرے اگلے بھی جن کو تو گناہ سمجھ رہا ہے جن کو تو داغ دیکھ رہا ہے اللہ کی نگاہ میں وہ داغ رہے نہیں۔

یہ وہ مضمون ہے جو آنحضرت ﷺ کے حوالے سے ہمیں قرآن کریم میں ملتا ہے۔جاہل دشمن سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کہہ رہا ہے کہ تیرے گناہ جو پچھلے تھے وہ بھی مٹ گئے جو اگلے تھے وہ بھی معاف کر دوں گا ہرگز یہ مضمون نہیں ہے۔مراد یہ ہے کہ تو اپنی زندگی میں جو داغ دیکھ رہا ہے یہ تیرے انکسار کی انتہا ہے اور آئندہ زندگی بھی ہمیشہ تیری داغوں سے پاک ہی رہے گی۔پس بخشش سے مراد یہ ہے کہ ہم نے تجھے داغوں سے صاف کر دیا ہے، تیری استغفار قبول ہو چکی ہے اور استغفار کا ایسا درجہ کمال تک مقبول ہو جانا یہ آنحضرت ﷺ کی ذات میں ہمیں دکھائی دیتا ہے۔

پس یہ گناہوں کی طرف اشارہ کرنے والی آیت نہیں بلکہ گناہوں سے کلیۃً پاک ہو جانے والا مضمون ہے جو اس آیت کریمہ میں بیان ہوا ہے تبھی جیسا کہ میں نے گزشتہ خطبے میں بتایا تھا آپؐ کو الحمد عطا ہوئی ہے۔سبحان کی ساری منازل آپؐ نے طے کی ہیں تب الحمد کے مضمون میں داخل ہوئے ہیں اور شریعت کو اور دین کو درجہ کمال تک پہنچا دیا گیا۔پس ہم نے اس عظیم رسول ﷺ کی پیروی کرنی ہے اور آپؐ ہی کے صدقے، آپؐ ہی کی بدولت ہم نے یہ سارے مضمون سیکھنے اور ان کو اپنی ذات میں جاری کرنا ہے۔پس محض علمی اور عرفان کے مضامین کی بحث کے طور پر میں نے یہ باتیں نہیں چھیڑیں۔میں سمجھانا چاہتا ہوں کہ یہ وہ عملی اقدام ہے جو ہم میں سے ہر ایک کر سکتا ہے خواہ

کسی قسم کا علم رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو، تسبیح کا مضمون سمجھ جائے پھر حمد کے مضمون اس پر از خود روشن ہونے شروع ہو جائیں گے اور تسبیح کے مضمون کے لئے سچائی ضروری ہے۔

کوئی سفر تسبیح کے مضمون میں ممکن ہی نہیں جب تک انسان کلیۃً سچا اور کلیۃً عادل نہ ہو۔ سچائی اور عدل یہ دو شرطیں ہیں جن کے ساتھ انسان خدا تعالیٰ کی تسبیح کے وقت اپنے نفس کا محاسبہ کر سکتا ہے اور موازنہ کر سکتا ہے۔ پس سچائی پر قائم ہو جائیں، عدل سے فیصلے کریں۔ اپنے قریب ترین انسان کے اندر بھی اگر کمزوری ہو تو اس سے مغفرت کا سلوک کریں مگر اس کو نظر انداز نہ کریں اس پر پردے نہ ڈالیں ان معنوں میں کہ گویا وہ کمزوری ہے ہی نہیں۔ تو دوسروں کے معاملے میں جب آپ یہ سلوک کریں، جب پیارے ہوں تو اس وقت یہ بات مشکل ہو جاتی ہے۔ اس لئے اس حوالے سے سفر کی بجائے نفس کے حوالے سے سفر شروع ہوا ہے کیونکہ انسان کو سب سے زیادہ پیارا خود انسان ہوا کرتا ہے اپنے سے زیادہ پیاری اور کوئی چیز نہیں ہے کسی اور کو اس پیار کے تقاضے پورے کرنے والے جو وجود ہیں جتنا جتنا قریب ہوں اتنے پیارے ہوتے چلے جاتے ہیں۔ پس آخری صورت اَنَــا کی ہے انسان کی اندرونی نفس۔ قرآن کریم نے اس مضمون کو آگے جا کر بہت کھولا ہے۔ آخری سورتوں میں بڑی وضاحت سے بیان فرمایا ہے کہ تمہیں وہم ہے کہ تمہارے بچے، تمہارے اقرباء، تمہارے محبوب تمہیں اپنی جان سے بھی زیادہ پیارے ہیں۔ جب عذاب کا وقت آتا ہے، جب پکڑ کا وقت آتا ہے اس وقت پتا چلتا ہے کہ تم کس قدر جہالت کی حالت میں زندگی بسر کر رہے تھے۔ یہ پیارے اس لئے ہیں کہ تم اپنے آپ کو پیارے ہو جہاں تمہارے پیار کا تصادم ان کے پیار سے ہوگا لازماً تم اپنے حق میں فیصلہ دو گے انکے حق میں فیصلے نہیں دو گے۔ پس مائیں اپنے بچوں کو پیش کر دیں گی کہ اے خدا یہ ہمارے عذاب کو ٹال دیں۔ مائیں کہیں گی میرے اور میرے عذاب کے درمیان یہ بچہ حائل ہو جائے مجھے نجات مل جائے۔ اس سے زیادہ اور خوفناک منظر کیا انسان سوچ سکتا ہے مگر قرآن کریم نے ان حقائق کو اتنی صفائی اور گہرائی کے ساتھ اس تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے کہ انسان کے لئے غلط فہمی کی کہیں کوئی ادنیٰ گنجائش باقی نہیں چھوڑی۔

پس تسبیح اگر ذات کے حوالے سے شروع ہوگی تو گرد و پیش کے تمام تعلقات میں یہ صحیح طور پر جاری ہو سکتی ہے ورنہ نہیں ہو سکتی۔ اپنے اوپر جھوٹا رحم نہ کرو۔ آنحضرت ﷺ کی طرح

ظَلُوۡمًا جَهُوۡلًا (الاحزاب:73) ہو جاؤ یعنی اپنے نفس پر ایسی ظلم کی نگاہ ڈالنی کہ ادنیٰ سے ادنیٰ کمزوری کو بھی نظر انداز نہ کرنا، کوئی رعایت نہ کرنی۔ اس پہلو سے دنیا کا کوئی نبی بھی ظلوم کہلانے کا مستحق نہیں ٹھہرا سوائے حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کے اور اسی لئے سب سے بڑی امانت آپؐ کو عطا ہوئی ہے۔ جس کو آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں نے قبول کرنے اور اٹھانے سے انکار کر دیا اس امانت کو محمد رسول اللہ ﷺ نے آگے بڑھ کے اٹھا لیا۔ پس تسبیح کا مضمون حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ سے سیکھیں۔

جب آنحضرت ﷺ سے پورے وعدے ہو گئے، ہر قسم کی وضاحت ہو گئی کہ تجھے کوئی غم، کوئی فکر نہیں سب چیزیں تیری بخشی ہوئی ہیں پھر بھی عبادت کرتے رہے راتوں کو اٹھ کر، پاؤں سوج جاتے تھے عبادت کرتے ہوئے۔ پوچھنے والے نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! اب آپؐ کیا کرتے ہیں۔ فرمایا میں عبد شکور نہ بنوں؟ اتنا بڑا احسان۔ (صحیح البخاری کتاب الرقاق باب الصبر عن محارم الله قوله عز و جل) ساری کائنات میں مَیں ہی تو ہوں جو اس عظیم احسان کا مظہر بنایا گیا ہوں تو کیا میں بیٹھ رہوں گا اس کے بعد۔ میری زندگی کا سفر اب شکر کے مضمون میں داخل ہوا ہے اور یہ لامتناہی سفر ہے، کبھی ختم نہیں ہو سکتا۔

تو تسبیح سے تحمید اور تحمید سے شکر کے مضمون میں داخل ہوں تو آپ کی ساری زندگی بن جائے گی اور ایک زندگی کیا آپ دوسری سینکڑوں زندگیاں بنانے کے اہل ہو جائیں گے جو آپ کے بعد آنے والی ہیں۔ بعد میں آنے والی نہیں اپنے ماحول، اپنے گردو پیش میں یہ صفات اپنی ذات میں جاری کریں اس قسم کا وجود بننے کی کوشش کریں تو آپ کا گھر سدھرنا شروع ہو جائے گا، آپ کا ماحول سدھرنا شروع ہو جائے گا۔ آپ کے محلے، آپ کی گلیاں، آپ کے شہر سدھرنے شروع ہو جائیں گے۔ پس اس رمضان سے یہ فائدہ حاصل کریں کہ واقعۃً آپ دنیا کے مذکر اور مزکی بن کر نکلیں اور یہ اسی طرح ہو گا کہ اپنے نفس کا محاسبہ کریں اور احتساب کے ذریعے اس رمضان کے ختم ہونے سے پہلے اپنے پہلے گناہوں سے کلیۃً پاک ہو جائیں اور خدا تعالیٰ کی بخشش کے انعام حاصل کرنے کے بعد نئی بخششوں کا سفر شروع ہو گا یعنی کلیۃً پاک ہو ہی نہیں سکتے جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے مگر ہر رمضان آپ کو پہلے سے بہتر حالت میں دیکھے۔

پس میں امید رکھتا ہوں کہ اس وضاحت کے بعد جو بھی دن باقی ہیں وہ اس قسم کے احتساب میں صرف ہوں گے نہ کہ محض روزے رکھنا ثواب کی خاطر۔ روزے رکھنا اپنے نفس کے گہرے جائزے کے ساتھ، ایک ایک چیز کی چھان بین کرنا، ہر نقص کی تلاش کرنا اسے دور کرنے کے لئے کوشش اور جدوجہد کرنا اس کو اپنی ساری زندگی کا ایک پیشہ بنالیں جس سے کبھی پھر جدائی نہ ہو، کبھی بھی آپ اس پیشے سے غافل نہ رہیں۔ اس مختصر نصیحت کے بعد، مختصر تو بظاہر آپ کو نہ شاید لگی ہو مگر جتنا وسیع مضمون ہے اس پہلو سے واقعۃً یہ بہت مختصر ہے مگر میں امید رکھتا ہوں کہ بات اتنی کھل گئی ہے کہ اب ہر احمدی کسی بھی علمی معیار کا ہو وہ اس مضمون کو سمجھ کر انشاء اللہ اس سے استفادہ کر سکے گا۔

اب آخر پر میں ایک نماز جنازہ کا اعلان کرنا چاہتا ہوں جو مکرم و محترم چودھری احمد مختار صاحب سابق امیر جماعت کراچی کی نماز جنازہ ہوگی جو عصر کی نماز کے معاً بعد ہوگی۔ چوہدری صاحب کا ذکر خیر ان کے لئے دعا کی تحریک کی خاطر کچھ کرنا لازم ہے۔ آپ موضع دیڑھ چک 29 سانگلہ ہل ضلع شیخوپورہ میں 1909ء میں پیدا ہوئے۔ تو اس پہلو سے آپ کی عمر تقریباً 90 سال بنتی ہے اور ان کی زندگی کا آغاز بہت غربت میں ہوا ہے۔ والد چونکہ جوانی میں فوت ہو گئے تھے اس لئے آپ میٹرک سے آگے تعلیم حاصل نہ کر سکے اور پھر کوآپریٹو بینک میں بطور آڈیٹر ملازم ہوئے۔ پھر شاہنواز لمیٹڈ دہلی میں بطور ڈائریکٹر ملازمت اختیار کی۔ پھر تقسیم ملک کے بعد آپ نے کچھ عرصہ شاہنواز میں کام کے بعد اپنا آزاد کاروبار شروع کیا اور آخر وقت تک اس کاروبار میں سے کیمیکلز کی جو ایجنسی تھی وہ آپ کے پاس ہی رہی اور چونکہ ہمہ تن جماعت کے کاموں کے لئے وقف ہو چکے تھے اس لئے آپ کے بیٹے عزیزم چودھری انیس احمد صاحب ان کا کام چلاتے رہے، صرف عمومی نگرانی کرتے تھے مگر سارا وقت جماعت کے لئے وقف رہے۔

جماعتی عہدوں کا آغاز کراچی میں سیکرٹری امور عامہ سے ہوا پھر زعیم انصار اللہ بنے پھر نائب امیر جماعت کراچی منتخب ہوئے۔ پھر 1965ء میں امیر جماعت احمدیہ کراچی منتخب ہوئے اور گزشتہ تقریباً ساڑھے تین، چار ماہ پہلے تک آپ امیر جماعت کراچی ہی رہے۔ اس دوران میں جو غیر معمولی خدمتوں کی توفیق ملی ہے اس کی تفصیل تو بیان کرنا ممکن ہی نہیں ہے۔ جماعت احمدیہ کراچی پر آپ نے بے حد محنت کی ہے اور چوہدری محمد عبداللہ خاں صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جس معیار پر

جماعت کو پہنچایا تھا اس کو قائم رکھنا اور آگے بڑھانا کوئی معمولی کام نہیں تھا مگر انہوں نے ہر پہلو سے اس خدمت کا حق ادا کیا لیکن علمی کمی جو میں نے بیان کی ہے وہ دراصل محض ڈگریوں کی حد تک علمی کمی تھی۔ ابھی میں نے جمعہ میں مضمون بیان کیا ہے کہ انسان نیکی اور تقویٰ سے ظاہری علمی کمی کو پورا کر سکتا ہے اور بہت بلند علمی مقامات تک پہنچ سکتا ہے۔ چودھری صاحب کے اوپر جب ہم غور کرتے ہیں تو اس پہلو سے حیرت ہوتی ہے کہ آپ کی زبان انگریزی بھی بہت اعلیٰ تھی اور بے حد پڑھنے کا شوق۔ اور ایک میٹرک پاس آدمی سے انسان یہ توقع کر ہی نہیں سکتا کہ اتنا گہرا علم حاصل کر لے گا اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ تو ایسا عشق تھا کہ آپ اپنے طور پر روزانہ جماعتی کاموں کے علاوہ صبح شام چار گھنٹے باقاعدگی سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کا انڈیکس بنانے میں صرف کرتے تھے۔

آپ کے پسماندگان میں ایک بیوہ، جو دوسری شادی تھی، پروین مختار جو ہمارے انگلستان کی رہنے والی ہیں اور لجنہ کے کاموں میں میری مددگار ہیں، لجنہ کے مرکزی کاموں میں رپورٹیں وغیرہ مرتب کرنا، ٹیم بنائی ہوئی ہے اور ہر قسم کے جوابات بھجوانے کی آخری ذمہ داری ان پر ہے، ایک یہ ہیں۔ دو بیٹے ہیں ایک محمود مختار صاحب جو انگلستان ہی میں رہتے ہیں اور ایک انیس صاحب جن کا ذکر گزرا ہے اور ایک ان کی بیٹی ہیں، یہ تین بچے انہوں نے پیچھے چھوڑے ہیں۔

اس ضمن میں یہ بھی بیان کرنا ضروری ہے کہ کن حالات میں گزشتہ چار، ساڑھے چار ماہ پہلے ان کو جماعت کی امارت کے عہدے سے سبکدوش ہونا پڑا۔ اول تو یہ کہ گزشتہ دو سال سے بہت گہری بیماریاں لاحق ہوتی رہیں یہاں تک کہ ایک موقع پر ایک پھیپھڑا Collaps کر گیا اور لگتا یہ تھا کہ اب یہ آخری وقت ہے۔ مگر بے حد توکل اور ہمت تھی ہر قسم کی بیماری کا مقابلہ بڑے صبر سے کرتے تھے اور ہمیشہ ہر بیماری پر مجھ سے فون پر رابطہ کر کے ہومیو پیتھک علاج بھی کروایا کرتے تھے۔ ہومیو پیتھک پہ خود بھی عبور تھا اور یقین تھا مگر ساتھ ہی دوسرے علاج سے بھی کبھی آپ نے تردد نہیں کیا علاج کروانے میں۔ ڈاکٹر احسان صاحب ہیں ہمارے بڑے مخلص، ایک خدمت کی روح رکھنے والے ڈاکٹر اور بڑے قابل ڈاکٹر ہیں وہ ہمیشہ ان کا خیال رکھتے رہے۔

تو گزشتہ دو تین سال سے میں نے محسوس کیا تھا کہ جماعتی ذمہ داریوں کے لئے جتنی طاقت چاہئے وہ طاقت رفتہ رفتہ کم ہوتی جا رہی ہے اور اس کے نتیجے میں پھر چند ماہ پہلے مجھے کراچی کی

جماعت کے بعض ذمہ دار عہدیداران نے بعض انتظامی کمزوریوں کی طرف توجہ دلائی اور میں جانتا ہوں کہ انہوں نے پوری نفس کی صفائی کے ساتھ ایسا کیا، ہرگز کسی منفی جذبے کے ساتھ تنقید کی خاطر نہیں کیا۔ وہ چودھری صاحب کا بڑا احترام کرنے والے لوگ تھے۔ مگر چونکہ ان کا دینی تقاضا تھا، اپنی اس وفا کا تقاضا تھا جو نظام سے ہر احمدی کو ہونی چاہئے اس عزت اور احترام کے باوجود انہوں نے چودھری صاحب کو بھی مطلع کیا کہ میرے نزدیک یہ انتظامی کمزوریاں پیدا ہو رہی ہیں اور آپ پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے اور مجھے بھی مطلع کیا۔ چنانچہ بعض ایسے معاملات تھے جن کو اس صورت میں نظر انداز کرنا میرے فرائض کے منافی ہوتا۔ پس اپنے ذاتی، گہرے، پرانے تعلق کے باوجود ان خدمات کا اعتراف رکھنے کے باوجود جو انہوں نے سرانجام دیں یہ بات لازم تھی کہ جماعت کو بتایا جائے کہ نظام جماعت میں اگر کوئی کمزوری پیدا ہوگی تو اس کی تحقیق لازماً ہوگی خواہ کوئی کیسا ہی بڑے مرتبے تک پہنچا ہوا انسان ہو جس کی طرف وہ کمزوری منسوب کی گئی ہو اور انصاف کا تقاضا ہے کہ چھوٹے عہدیدار کے خلاف شکایت ہو یا بڑے سے بڑے کے خلاف شکایت ہو ایسے شخص کے خلاف شکایت ہو جس کی ساری زندگی وقف رہی ہو جماعت کے لئے تب بھی اگر ان معاملات میں دوسروں کے تعلق میں کمیشن بیٹھے ہیں اگر ان معاملات میں دوسروں کو وقتی طور پر معطل کیا گیا ہے تو لازماً ایسے موقع پر ایسے شخص کو بھی معطل ہونا چاہئے۔ چنانچہ چودھری صاحب خود اس بات کو سمجھتے تھے اور انہیں ایک ذرہ بھی اس بات میں شکوہ پیدا نہیں ہوا۔ صرف استغفار کے خط ملا کرتے تھے کہ دعا کریں اللہ تعالیٰ مجھے اس ابتلا سے ثابت گزار دے اور تحقیق کے نتیجہ میں کوئی داغ نہ مجھ پر آئے۔ چنانچہ گزشتہ جو تحقیق ہوئی اس کے نتیجہ میں یہ بات تو کھل گئی کہ آپ انتظامی طور پر باریک ذمہ داری ادا کرنے کے لئے اتنی صحت نہیں رکھتے اور کمیشن نے جو بات کھولی وہ یہی تھی کہ آپ میں اب یہ طاقت نہیں ہے کہ اپنے ماتحتوں کی اس طرح نگرانی کریں جس طرح پہلے کیا کرتے تھے۔ اس لئے اگر ماتحتوں سے ان باتوں میں کوئی نقص واقع ہوا ہے تو امیر کو اس کی ذمہ داری سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔ اس پہلو سے وہ تعطل جو تھا وہ جائز قرار پایا۔ مگر آخری رپورٹ سے پہلے پہلے اللہ تعالیٰ نے ان کو بلا لیا تا کہ یہ معاملہ اسی طرح ختم ہو اور جہاں تک ان کے اوپر کسی قسم کی سرزنش کا تعلق ہے اس کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوا۔ مجھے پورا یقین ہے کہ ذاتی طور پر آپ ہر داغ سے پاک تھے اس معاملے میں۔ مگر وہ صحت کی کمزوری جس کا

میں نے ذکر کیا، اس کے نتیجے میں مجبور تھے اور گہری تفصیلی نگرانی کر نہیں سکتے تھے۔ پس جب جماعت کراچی نے مجھ سے پوچھا کہ ان کی وصیت کے متعلق کیا کرنا ہے۔ میں نے کہا کہ لازماً وہ قائم وصیت ہے، بہت عظیم خدمات کی ہیں۔ جماعت احمدیہ کراچی پورے اعزاز کے ساتھ اور پوری وفا کے ساتھ ان کی تجہیز و تکفین کے فرائض سرانجام دے اور محبت بھری دعاؤں کے ساتھ اس مرحوم بھائی کو رخصت کرے اور اس لئے ان کے لئے بہشتی مقبرہ میں چوہدری انور حسین صاحب مرحوم کے ساتھ جو جگہ تھی خالی، وہاں میں نے ان کی تدفین کا فیصلہ کیا ہے۔

تو یہ وضاحت اس لئے ضروری تھی کہ لوگوں میں یہ باتیں پھیل تو جاتی ہیں کہ ایک شخص جو اتنی بڑی قربانی کرنے والا، اتنے لمبے عرصے تک خدمتیں سرانجام دیتا رہا، وہ معطل ہو گیا ہے لیکن ان کو یہ نہیں پتہ کہ اس شخص کا کیا احترام میرے دل میں ہے اور میری کیا مجبوریاں تھیں کہ اس کا وہ تعطل لازماً کرنا ہی پڑنا تھا۔ تو یہ تمہید ان الزامات سے ان کو صاف کر رہی ہے جس کے متعلق بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ گویا یہ خود بعض باتوں میں ملوث تھے۔ میں اس کی وضاحت کر رہا ہوں ہرگز کوئی ایسی بات ثابت نہیں۔ بلکہ وہی کمزوری تھی جو دراصل صحت کی کمزوری تھی جس پر بالآخر آپ کو چند روز تک اس علالت کا سامنا کرنا پڑا جو جان لیوا ثابت ہوئی۔ دراصل اب مجھے معلوم ہوا ہے کہ ان کے Lungs میں کینسر تھا اور ان کے بیٹے نے ڈاکٹری رپورٹ میں جو اس نے اب بتائی ہے ان کو، یہ دیکھ کر مجھے فون پر بتایا کہ دراصل کینسر کا Lump بن گیا تھا اور یہ کوئی فوراً پیدا ہونے والی بات نہیں، پرانی بات تھی۔ پہلی بیماریوں کے حملے بھی اسی وجہ سے تھے۔ مگر ایک حد تک مقابلہ تو ہو سکتا ہے مگر کینسر جب اتنا اوپرا اتنا پرانا ہو جائے اور اچھی طرح پنجے گاڑے تو پھر بالآخر انسان کو اس کے سامنے ہتھیار ڈالنے پڑتے ہیں۔

تو اللہ تعالیٰ انہیں غریق رحمت فرمائے اور یہ رمضان کے جمعہ میں اکیسواں رمضان کا جمعہ ہے یہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک ان پر احسان ہے۔ بہت وسیع خدمتیں کی ہیں، بڑے انتھک کام کئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں غریق رحمت فرمائے اور ان کی اولاد اور عزیزوں اور ساری جماعت کراچی کو ان کی اعلیٰ اقدار کے ساتھ چمٹے رہنے کی توفیق بخشے۔ اس تمہید کے بعد اب میں اس خطبہ کو ختم کرتا ہوں اور عصر کی نماز کے فوراً بعد انشاء اللہ نماز جنازہ ہوگی۔